

## کوٹ لکھپت جیل کے قیدیوں کی فریاد!

عمر اکرام نے لاہور کی کوٹ لکھپت جیل سے خط لکھا ہے۔ پڑھنے کے بعد گھنٹوں کر سی سے اٹھنہیں سکا۔ صاحبان دل! اتنی بے بس تحریر۔ رحم کے لئے ترستا ہوا ہر لفظ تیر کی طرح میرے سینے سے پار ہوا ہے۔ لازم گردانتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں عرض کر سکوں کہ پس دیوار زندان انسان کتنا مظلوم ہو جاتا ہے۔ عمر کے اس مراسلہ سے تکلیف آنسوں کی طرح ٹپک رہی ہے۔ عمر بذات خود اچیسن کالج کا پڑھا ہوا ہے۔ گورنمنٹ کالج اور پھر ملک کے ماہینہ تعلیمی ادارے آئی بی اے سے فارغ التحصیل ہے۔ بینک میں نوکری شروع کی اور نظام نہ سمجھنے کی بدولت ایسی مارکھا گیا کہ جیل پہنچ گیا۔ حد درجہ عزت دار گھر کا نوجوان، جس میں کسی نے جیل کا پھاٹک تک نہیں دیکھا تھا۔ مصائب میں ایسا گرفتار ہوا کہ سب کچھ بر باد ہو گیا۔ بہر حال یہ معاملہ عمر کا نہیں ہے بلکہ اس کے اٹھائے ہوئے اس اہم ترین نکتہ کا ہے جو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جیل میں سینکڑوں ایسے بوڑھے بزرگ لوگ ہیں، جن کے اہل خانہ انہیں متروک کر چکے ہیں۔ برسہا برس سے انہیں کوئی ملنے نہیں آیا۔ ان میں سے تو چند کو یہ بھی یاد نہیں کہ وہ اس عقوبت خانہ میں کیونکر پہنچے۔ بہر حال قانون کے شکنے میں بے سبب سانس لیے جا رہے ہیں۔ کیوں۔ اس کا جواب کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔ یہ راندہ درگاہ لوگ ایسی تکلیف دہ زندگی گزار رہے ہیں کہ بیان کرنا دشوار ہے۔

ذراغور سے سینے۔ کوٹ لکھپت جیل میں سینکڑوں ایسے قیدی ہیں جو اپنے دنیاوی جرم کی سزاپوری کر چکے ہیں۔ سولہ برس، دس برس، آٹھ برس یا عمر قید۔ یعنی عدالت نے ان کو مجرم گردانتے ہوئے جو سزادی تھی، وہ مکمل کر چکے ہیں۔ مگر ستم یہ ہے کہ وہ جیل سے آزاد نہیں ہو سکتے بلکہ قانونی طور پر بھی باہر نہیں آ سکتے۔ وجہ صرف ایک ہے۔ عدالت نے انہیں چند سالوں کی سزا تو دے ڈالی۔ مگر اس کے ساتھ جرمانہ بھی کیا ہے۔ چند ہزار سے لے کر ایک ڈیڑھ لاکھ روپے تک۔ ان مجبور لوگوں کی غربت آزادی کے آڑے آتی ہے۔ جرمانہ کی معمولی رقم ادا نہ کرنے کی وجہ سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ یعنی سزاپوری ہو چکی ہے۔ مگر غربت ان کی اصل مجبوری ہے۔ عمر اکرام کا کہنا ہے کہ آزاد ہونے والے قیدیوں کی واضح اکثریت جرمانہ ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اب آگے کیا لکھوں۔ کیا عرض کروں۔ دل لرزتا ہے صاحب!۔ ذرا خود اندازہ فرمائیے کہ ان کے پیارے ان کی رہائی کا مستقل انتظار کر رہے ہیں۔ ویسے چند کے پیارے بھی زخم کھا کھا کر کھلی آنکھوں سے خاموش ہو چکے ہیں۔ مگر جرمانہ نہ دنے کی مدولت سے قیدی بھی بھی آزاد نہیں کے حاصل ہے۔ اس خط

میں درج ہے کہ سپرنٹنڈنٹ جیل آصف جان جمالی اور ان کا نائب یونس منج درد دل رکھنے والے لوگ ہیں۔ وہ اپنی سطح پر مخیر حضرات سے تعاون کی بھرپور کوششیں کرچکے ہیں۔ مگر ابھی تک کسی نے ان کی کوئی خاص مدد نہیں کی۔ حقیقتی صورت حال یہ ہے کہ سینکڑوں قیدی اپنی تنگدستی کی بدولت جیل میں محبوس ہیں۔ کوئی بھی ان کا والی وارث نہیں۔ کوئی بھی ان کی دست گیری کرنے والا نہیں۔ مگر صاحب! خدا تو ذریعے بناتا ہے۔ لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرتا ہے اور ہر ایک کی مدد کرتا ہے۔ عمر اکرام کا یہ خط لوگوں کی بھلانی کا ایک زینہ محسوس ہوا ہے۔ شائد اس سے معاملہ کافی حد تک بہتر ہو جائے۔

سوچتا ہوں کہ کیا کروں۔ لازم ہے کہ اپنی بساط کے مطابق ضرور کچھ نہ پکھ تو ضرور کروں گا۔ مگر اس سے معاملہ مکمل حل نہیں ہوتا۔ نو سال سے مسلسل کالم لکھ رہا ہوں۔ کئی حکومتوں کو اپنی تحریر سے ناراض کر چکا ہوں۔ بذات خود عتاب شاہی کا شکار بھی رہا ہوں۔ مگر آج تک کسی کے لئے معالی معاونت کی اپیل نہیں کی۔ آج اپنے اصول کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان قیدیوں کی آزادی کے واسطے بھیک کا طلبگار ہوں۔ آپ خود کوٹ لکھپت جیل جائیے۔ اور اسیروں کا جرمانہ ادا کیجئے۔ سکول کے بچوں سے اپیل کرتا ہوں کہ پاکٹ منی جمع کریں۔ اپنے پرنسپل کو جیل کے عملہ کے پاس بھجو کر کسی مظلوم کو آزاد کروانے میں مدد کریں۔ محلہ کے نوجوان سوسورو پیہا کٹھا کریں اور اس کام کو پر عظم طریقے سے نبھائیں۔ عام آدمی سے مجھے مروت کی توقع ہے۔ اب خواص کی طرف آتا ہوں۔ وزیر اعظم بذات خود کوٹ لکھپت جیل میں کئی ماہ بطور قیدی گزار چکے ہیں۔ انہیں اسی ری کا تجربہ بھی ہے اور محرومی کا اندازہ بھی۔ جس شہباز شریف کو بطور افسر میں جانتا ہوں، وہ محروم طبقے کے لئے سوچنے والا انسان ہے۔ میاں صاحب! معلوم نہیں کہ آپ اخبار پڑھتے ہیں یا نہیں۔ آپ کے پاس میرے کالم پڑھنے کا وقت ہے بھی یا نہیں۔ مگر میری وزیر اعظم کے سٹاف سے درخواست ہے کہ شہباز شریف کے نوٹس میں یہ انسانی المیہ لے کر آئیں۔ میاں صاحب صاحب ثروت انسان ہیں۔ چاہیں تو اپنی جیب سے یہ معمولی رقم ادا کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اسیر ان، آزاد ہو کر ان کے لئے اس قدر دعا گو ہوں کہ شہباز شریف کی دنیاوی اور آخری زندگی ستارہ بن جائے۔ امید ہے کہ وزیر اعظم یہ دعا میں ضرور لینا چاہیں گے۔

بالکل اسی طرح چیف جسٹس آف پاکستان سے درخواست ہے کہ اس انسانی المیہ کا نوٹس لیں۔ بڑے لوگوں کے لئے تو آدھی رات کو عدالتیں کھل جاتی ہیں۔ سیاسی قائدین کو تو رات گئے انصاف مل جاتا ہے۔ تو پھر یہ قیدی جو اسے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کے لئے شدت عدالتی حکم کیوں حاری نہیں ہو سکتا۔ چیف جسٹس مذات خود دیکی نظام کو

اندر سے جانتے ہیں۔ انہیں علم ہے کہ عقوبت خانے کتنا بڑا اعذاب ہیں۔ اگر وہ کوٹ لکھپت یا اور جیلوں میں مقیم ان قیدیوں کے متعلق نوٹس لیتے ہیں جو صرف جرمانہ نہ دینے کی بدولت پابند سلاسل ہیں۔ اور ان کے جرمانے کی رقم معاف کردیتے ہیں۔ تو وہ کتنی بڑی نیکی کامائیں گے۔ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ شائد یہی نیک عمل ان کے لئے خدا کے حضور زادراہ کا کام کر ڈالے۔ درج ہے کہ منصف قیامت کے دن خدا کی چھتر چھاؤں میں کھڑے ہونگے۔ چیف جسٹس صاحب، شاید آپ کے ایک حکم سے سینکڑوں قیدی آزاد ہو جائیں۔ اور آپ پر بروز قیامت رحمت کی چھاؤں گہری تر ہو جائے۔

بالکل اسی طرح پرویزا الہی کو جانتا ہوں۔ اس وقت وہ وزیر اعلیٰ ہیں۔ پاکستان کے ساتھ فیصلوگ ان کے رحم و کرم پر ہیں۔ جس طرح پرویزا الہی نے ریسکو 1122 کا دائرہ تحصیل تک پھیلا دیا ہے۔ چودھری صاحب، بالکل اسی جذبے کے ساتھ جیل میں محبوس ان قیدیوں کا جرمانہ معاف کروائیں یا کسی بھی ذریعے سے اس معمولی رقم کو سرکاری خزانے میں جمع کروادیں۔ یقین ہے کہ پرویزا الہی یہ نیک کام کر سکتے ہیں۔ ان کا گھرانہ حد رجہ دیندار ہے۔ اس کام کو نیکی سمجھ کر کر ڈالیے۔ شائد اسیروں کی دعا میں آپ کا اور آپ کے خاندان کا مقدر بدل دیں۔ روز عمران خان کی تقاریر سنتا ہوں۔ ان میں ریاست مدینہ کا ذکر بار بار ہوتا ہے۔ آقا نے تو قیدیوں کو رہا کروانے کی روشن مثال قائم کی ہے۔ یہاں تک حکم دیا ہے کہ جو قیدی، جرمانہ نہ ادا کر پائے وہ بچوں کو تعلیم دیں۔ اس عمل سے اسیروں کو آزاد کیا ہے۔ کئی بار بذات خود جرمانہ کی رقم ادا کی ہے یا صحابہ اکرام علیہم الرضوان سے کروائی ہے۔ خان صاحب! ذرا سوچیے۔ کہ آپ کی ایک اپیل سے پورے ملک میں لوگ ان مظلوموں کی مدد کے لئے آن کھڑے ہوں گے۔ آپ کے چند ساتھی تو بہت امیر ہیں۔ اگر آپ ان کو کہہ دیں کہ قیدیوں کے جرمانہ کی رقم ادا کر ڈالیں تو سینکڑوں لوگ آزادی کی فضا میں سانس لیں پائیں گے۔ خان صاحب! آپ کا ”ریاست مدینہ“ کا تذکرہ عملی ثبوت مانگتا ہے۔ میری ان تمام سیاست دانوں سے انتباہ ہے جو بذات خود قیدی رہے ہیں۔ جیل کے ظلم کو برداشت کرتے رہے ہیں۔ کہ آپ آگے بڑھیے۔ آپ سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ قیدنا حق کتنا بڑا اعذاب ہے۔ چلیے۔ ہمت کریں اور قیدیوں کی دست گیری کریں۔ آپ کے لئے یہ معمولی سا کام ہے۔ مگر ذرا سوچیے کہ اس نیکی سے کتنے لوگ سپھل ہو جائیں گے۔

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ عمر اکرام نے اس خط کے ذریعے جس اہم ترین مسئلہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس سے اس کی ذاتی زندگی میں آسانیاں ہی آسانیاں آئیں گی۔ جو غریب قیدی کے لئے فکر مند ہے۔ وہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رب

کائنات اس کے متعلق کوئی بہترین حکم صادر نہ کریں۔ وہ تو قادر مطلق ہے۔ یہ مراسلہ بھی اسی کے اذن سے لکھا گیا ہے۔ اور وہی لوگوں کی دلوں میں جذبہ ڈالے گا کہ ان مظلوموں کی مدد کریں۔ بارہا لکھ چکا ہوں کہ مجھے سیاست سے رتنی بھر دلچسپی نہیں۔ مگر آج جن سیاست دانوں کے پاس اختیار ہے، ان سے روز قیامت ان کے دور کے مظلوموں کی داد رسی کا حساب تو بہر حال لیا جائے گا۔ آج آپ ملک کی قسمت کے مالک ہیں۔ اپنے اختیارات استعمال کر کے ان اسیروں کی مدد کیجئے۔ ہو سکتا ہے۔ آگے کی منزیلیں آسان ہو جائیں؟